102 TAKASUR Makky Verses 8

سورۂ تکاثر

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کا ماقبل سے ربط اور مناسبت ظاہر ہے کہ سورت ماقبل کی ابتدا میں قیامت کا بیان فرمایا گیا تھا۔ اور آخر پر وزن اعمال کا۔ اور اس سورت شریفہ میں سوال کا بیان فرمایا جارہا ہے۔ سوال دو جگہ ہوگا، ایک برزخ میں یعنی قبر میں۔ ایک حشر میں۔ یہاں سوال قبر کا بیان مراد ہو تو ہوسکتا ہے جس کا تعلق عالم مابعد الموت سے ہے اور اگر سوال یوم آخرت مراد لیا جائے تو ہوسکتا ہے۔ فیصلہ تو سوال آخرت پر ہی ہوگا لیکن سوال قبر کی اہمیت بھی کیا کم ہے؟ روز قیامت بہت بڑا دن ہوگا جو پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اس میں مختلف امور درپیش ہوں گے۔ کہیں حساب و کتاب، کہیں سوال و جواب، کہیں عذاب و ثواب۔ وزن اعمال کا تعلق حساب و کتاب سے تھا تو اس سورت شریفہ میں سوال و جواب کی اہمیت ظاہر فرمائی جارہی ہے۔

سورۂ تکاثر مکیہ ہے یا مدنیہ

سورۂ تکاثر مکہ مکرمہ میں نازل ہوا یا مدینہ منورہ میں؟ اس میں اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ نزلت بمکۃ سورۃ الھاکم التکاثر۔ (ابن مردویہ) سورۂ الہاکم التکاثر مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اکثر مفسرین کرام نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے ہم نے بھی انھیں کا اتباع کیا ہے۔ ورنہ بعض روایات اور بھی ہیں جن سے اس سورت شریفہ کا مدنیہ ہونا پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔ نزلت فی قبیلتین من قبائل الانصار فی بنی حارثۃ وبنی الحرث تفاخروا وتکاثروا فقالت احدا ھما فیکم مثل فلان و فلان و قال الآخرون مثل ذلک فانزل اللہ تعالیٰ الھاکم التکاثر۔ (ابن ابی حاتم) یہ سورت شریفہ انصار کے دو قبیلوں کے باب میں نازل ہوئی جنھوں نے ایک دوسرے پر باہم تفاخر جتایا اور اپنی کثرت کو پیش کیا تھا۔ ایک قبیلہ کہتا تھا کہ تم میں ہمارے فلاں وفلاں اشخاص کی طرح کوئی ہے؟ تو دوسرا کہتا کیا تم میں ہمارے فلاں فلاں اشخاص کے مانند کوئی ہے؟ تو اس موقع پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس سورۃ شریفہ کو نازل فرمایا۔"

عذاب قبر حق ہے

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:۔

ما زلنا نشك فی عذاب القبر حتی نزلت الهاكم التكاثر۔ (ترمذی
ابن جریر، ابن المنذر) عذاب قبر کے باب میں ہم مدت سے شک میں پڑے ہوئے تھے
(کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے تھے کہ قبر کا عذاب حق ہے یا نہیں) تاآنکہ سورہ
الہاکم التکاثر نازل ہوا۔ (اور اس کے نازل ہونے سے ہمارا شک دور ہوا
اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ عذاب قبر حق ہے) اور یہی عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ
کا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ عذاب قبر کا مسئلہ مدینہ منورہ میں ہی بیان فرمایا گیا۔

سورہ تکاثر کی فضیلت حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الا یستطیع احدکم ان یقرأ الف
آیۃ فی کل یوم قالوا ومن یستطیع ان یقرأ الف آیۃ قال اما یستطیع
ان یقرأ الهاكم التكاثر۔ (حاکم، بیہقی) کیا تم میں کسی سے نہیں ہوسکتا کہ
روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ بھلا ایک ہزار
آیات کی تلاوت کرنا کس سے ہوسکتا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا کیا الہاکم
التکاثر کا سورہ پڑھنا بھی نہیں ہوسکتا" مطلب یہ کہ سورۂ الہاکم التکاثر
کی قرائت ایک ہزار آیات کریمہ پڑھنے کے برابر ہے۔ اس حدیث شریف
سے اس سورت شریفہ کی فضیلت ظاہر ہے کیونکہ تمام قرآن کریم میں ۶۶۶۶)

آیات ہیں تو گویا یہ سورت شریفہ پورے قرآن کریم کا چھٹا یا ساتواں حصہ ہے
روزانہ ایک دفعہ پڑھ کر یہ اجر جزیل حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیز اس میں عالم برزخ
کی یاد تازہ ہوتی ہے جس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی ہونا
چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔ حبّ الدنیا راٴس کلّ خطیئة
دنیا کی محبت ہی ہر گناہ اور غلطی کی جڑ ہے۔" جب گناہ کی جڑ ہی کٹ گئی تو کامیابی
یقینی ہو گی۔ اور یہی مطلوب ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ 102-1 102-2
غفلت میں رکھا تم کو بہتات نے، یہاں تک کہ تم جا پہنچے قبرستان میں۔"

مال واولاد کے لالچ کی مذمت

یعنی ہر شخص کو یہی دھن لگی ہوئی ہے کہ اس کا مال و دولت دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہو اور اس کا کنبہ، قبیلہ دوسرے سے بڑھا چڑھا ہو تا کہ دنیا میں غلبہ اور برتری اسی کو حاصل رہے رات دن بس اسی دھن میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ زندگی ختم ہوئی اور قبرستان جا پہنچے۔ آخرت کا خیال کبھی نہ آیا اور نہ اس پر یقین تھا۔ اور جب صورت حال یہ تھی

تو ظاہر ہے کہ آخرت کے لئے کسی قسم کی تیاری بھی نہیں کی گئی۔ عمر گزری نہ کبھی خدا یاد آیا اور نہ اس کی عبادت کا کبھی خیال پیدا ہوا۔ نہ اس امر پر غور کرنے کا موقع ملا کہ ہم کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ یہاں کیوں لائے گئے؟ پھر کہاں جانا ہے؟

انسان کا اپنا مال کونسا ہے

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ فرماتے ہیں:۔ انتھیت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقرأ الھاکم التکاثر وفی لفظ وقد انزلت علیہ الھاکم التکاثر وھو یقول ابن آدم مالی مالی وھل لك من مالك الا ما اکلت فافنیت اولبست فابلیت اوتصدقت فابقیت۔ (طیالسیؒ سعید بن منصورؒ امام احمدؒ، عبد بن حمیدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن جریرؒ ابن المنذرؒ طبرانیؒ حاکمؒ ابن مردویہ) میں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو آپ سورۂ الھاکم التکاثر تلاوت فرما رہے تھے۔ اور ایک روایت یوں ہے کہ آپ پر سورۂ الھاکم التکاثر نازل ہو چکا تھا اور آپ یہ ارشاد فرما رہے تھے:۔ آدم کا ایک ایک فرزند یہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال، وہ میرا مال (رات دن اس کو یہی دُھن لگی ہوئی ہے کہ وہ مالی مالی کا وظیفہ پڑھ رہا ہے کہ میرا مال، میرا مال) اور حال یہ ہے کہ (اے نادان!) تیرا مال تو وہی ہے جسکو

تو نے کھا لیا اور کھا کر اس کو فنا کر دیا۔ یعنی اس سے اپنی خوراک کا انتظام کیا۔ یا یہ کہ اس کو پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا۔ یعنی اس مال سے پوشاک اور لباس خرید کر پہنتا رہا یہاں تک کہ وہ لباس بوسیدہ ہو گیا تو اس کو اتار پھینکا۔ یا یہ کہ اپنا مال راہ خدا میں خیرات کیا۔ اور اسکو آخرت کا کارآمد ذخیرہ بنایا۔"

پرایا مال کونسا؟ اسی مضمون کی ایک حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔ یقول ابن آدم مالی مالی وانما له من ماله ثلاثة ما اکل فافنی اولبس فابلی او تصدق فابقی وما سوی ذلك فهو ذاهب وتارکه للناس۔

(عبد بن حمید، مسلم، ابن مردویہ) آدم کا بیٹا کہا کرتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے لئے اس کے مال کے تین ہی حصے ہیں۔ ایک وہ کہ اس کو کھا کر ختم کر دے دوسرے یہ کہ پہن کر بوسیدہ کر دے۔ تیسرا یہ کہ خیرات کر کے ذخیرۂ عقبیٰ بنا لے۔ ان تین صورتوں کے سوا جو مال ہے اس کا یہ حال ہے کہ خود انسان تو چلا جاتا ہے اور جو مال رہ جاتا ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے یعنی ورثا تقسیم کر لیتے ہیں

مال کا لالچ اور اس کا علاج حضرت اُبیّ بن کعبؓ فرماتے ہیں: ۔ کنّا نری هذا من القرآن لو انّ لابن آدم وادیین مال لـتمنّی

وادیا ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ثم یتوب اللہ
علی من تاب حتی نزلت سورۃ الھاکم التکاثر الی آخرھا۔ (بخاری
ابن جریر) ہم جماعت صحابۂ کرام کا یہ خیال تھا کہ لو ان لابن آدم والی حدیث
شریف بھی قرآن کریم ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی
فرزند آدمؑ کے لئے مال کی دو ندیاں بہہ رہی ہوں (ایک چاندی کی اور دوسری
سونے کی) تو پھر بھی اس کی تمنا یہی ہوتی کہ (اسی پر بس نہیں بلکہ) اور ایک
تیسری ندی بھی (مال و دولت کی) ہوتی۔ (دو ندیوں سے بھی کبھی اس کا
پیٹ نہ بھرتا) اس فرزند آدمؑ کا پیٹ تو صرف مٹی ہی سے بھر سکتا ہے (یعنی
قبر میں دفن ہو جانے کے بعد ہی اس کی حرص و آز کا سلسلہ ختم ہو سکتا ہے)۔
ہاں جو اس طمع و لالچ سے) توبہ کر لے تو اللہ سبحانہ اس کی توبہ قبول فرما لیگا۔"
(غرض ہم یہی خیال رکھتے تھے) تا آنکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورۂ الھاکم التکاثر
کو آخر تک نازل فرمایا۔" (اس کے نزول سے ہمارے خیال کی اصلاح ہوئی کہ
مذکورۂ بالا مضمون قرآن کریم نہیں ہے بلکہ حدیث شریف ہے)

دوسری تفسیر دوسری تفسیر ان آیات کریمہ کی وہ ہے جس کی جانب اس سورۃ
شریفہ کے مدنیہ ہونے کے بارے میں اس کے آغاز پر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی

تفصیل یہ ہے کہ انصار کے دو قبیلے بنی حارثہ اور بنی حرث باہم فخر کرنے لگے کہ مال و دولت اور مردم شماری کے اعتبار سے ہم تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح شمار کرنے میں ایک قبیلہ دوسرے پر غالب آگیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے قبیلے نے کہا کہ موجودہ لوگوں میں اگرچہ تمہاری تعداد اور تمہارا تمول بڑھا ہوا ہے لیکن سابقہ لڑائیوں میں ہمارے اغنیا اور نامور لوگ زیادہ کام آچکے ہیں ذرا قبرستان چلو اور ان ناموروں کی قبریں گن لو۔ اس سے ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔ چنانچہ ہر دو قبیلوں کے لوگ قبرستان گئے اور قبروں کی گنتی کرنے لگے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ تمول اور تعداد، خواہ مُردوں کی ہو یا زندوں کی۔ بس صرف اس کا بڑھا ہوا ہونا حقیقت میں کوئی فضیلت نہیں۔ اور نہ اس پر فخر کرنا اور اترانا آخرت میں کسی کے کچھ کام آسکتا ہے۔ یہ تو غفلت کا پردہ ہے جو ان کی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے۔ فضیلت اور بزرگی درحقیقت وہ ہے جو آخرت میں کام آئے وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ مذکورہ دو تفاسیر میں سے ہر ایک بجائے خود درست ہے اس لئے ترجمہ میں ہم نے دونوں تفسیروں کی گنجائش رکھی ہے۔ بہرحال

ان آیات کریمہ میں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ تعداد اور تمول کا آخرت میں کوئی درجہ نہیں اور نہ اس میں کسی کا فخر کارآمد ہے۔ مال و دولت اس وقت کار آمد ہے جبکہ اس سے آخرت کو خریدا جائے۔ اور احکام خدا اور رسولؐ کے مطابق اس سے کام لیا جائے جس کی صراحت اوپر کی گئی کہ خود کھائے اور دوسرے مستحقین کو کھلائے، خود پہنے اور دیگر مستحقین کو پہنائے۔ اگر ایسا نہیں کیا بلکہ گن گن کر اور جوڑ جوڑ کر جمع کرتا جائے نہ زکاۃ ادا کرے اور نہ صدقہ فطر دے اور نہ قربانی کرے تو ایسا مال آخرت میں وبال ہے۔ اولاد بھی وہی کار آمد ہو گی جن کو دین سکھایا جائے اور خدا و رسول کی طاعت میں لگایا جائے۔ اگر یہ نہ کیا تو ایسی اولاد بھی کسی کام کی نہ ہو گی۔ چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے:۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ کچھ نہیں 10 10

عنقریب تم جان لوگے، پھر (جتا دیتے ہیں) کچھ نہیں تم عنقریب جان لوگے۔"

کلا سوف تعلمون کی تفسیر یعنی مال و اولاد کی نسبت تمہارا یہ گھمنڈ کہ یہی دو چیزیں ہمارے کام کی ہیں جبھی تو تم ان کے پیچھے برباد ہو رہے ہو۔ رات دن ان ہی دو چیزوں کی بہتات کا خیال تم پر غالب رہتا ہے اور اسی کی حرص ہمیشہ تمہارے دامنگیر ہے۔ مگر ہم بتائے دیتے ہیں کہ یہ تمہارا خیال

خیال خام ہے۔ ان میں سے ایک چیز بھی تمھارے کام کی نہیں۔ نہ مال، اور نہ اولاد۔ عنقریب یہ ایک منزل تمھارے لئے درپیش ہونے والی ہے۔ جب وہاں پہنچو گے تو ہماری یہ نصیحت تم کو یاد آجائے گی۔ یہاں تو تم کو ہماری نصیحت پسند نہیں اسی وجہ سے تم اس کو دل لگا کر سننا تک گوارا نہیں کرتے ہو لیکن وہاں پہنچکر تم کو معلوم ہوجائے گا کہ ہماری نصیحت ہی نہایت مخلصانہ اور خیر خواہانہ تھی اور تمہارا خیال محض خیال خام تھا۔ وہ منزل قبر کی ہے جس کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ جہاں سب کو ایک دن پہنچنا ہے۔ وہاں نہ یہ مال ساتھ ہوگا جسکے بلا امتیاز حلال و حرام سمیٹنے میں تم مشغول تھے۔ اور نہ یہ تمہاری اولاد ساتھ دیگی۔ مال تو جہاں تھا وہیں رہ جائے گا۔ ورثاء اس کو بانٹ لیں گے۔ رہی اولاد وہ بھی ساتھ نہ دے سکیگی۔ بہت ہوا تو اتنا ہوگا کہ قبر تک تمہارے ساتھ آئیگی پھر آگے کچھ نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ یتبع المیت ثلاثۃ فیرجع اثنان ویبقی معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقی عملہ۔ (بخاری شریف) تین چیزیں میت کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں؛ ایک اس کے قرابت دار، دوسرا اس کا مال، اور تیسرا اس کا عمل۔ ان میں سے اہل قرابت اور مال تو قبر تک

جا کر) واپس ہوجاتے ہیں اور اس کا عمل میت کے ساتھ رہ جاتا ہے۔" اسی کے بموجب اس کو جزا ملے گی۔

ثم کلا سوف تعلمون کی تفسیر

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ پھر ہم جتادیتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ مال واولاد ہی سب کچھ ہے۔ یہ خیال باطل ہے۔ منزل قبر کے بعد ایک منزل اور ہے وہ بھی زیادہ دور نہیں۔ وہ ہے منزل حشر جس کا تعلق عالم آخرت سے ہے۔ منزل قبر کا تو کوئی منکر نہیں مگر منزل حشر کے منکرین کی دنیا میں کمی نہیں۔ یہ منکرین حشر و نشر کا لاکھ انکار کریں مگر ہم بتاکید اکید بتائے دیتے ہیں کہ یہ منزل بھی در پیش ہونے والی ہے۔ جب تم یہاں پہنچو گے تو تم کو خود معلوم ہوجائیگا کہ جن چیزوں کے پیچھے تم تگ و دو کر رہے تھے وہ بیجا کوشش تھی۔ اگرچہ بعض افراد یا جماعتیں یہاں رہ کر بھی عالم برزخ اور عالم آخرت کو خاطر میں لاتے تھے اور اس کا اعتقاد جازم رکھتے تھے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد ہر ہر متنفس کو معلوم ہوجائے گا کہ مال و اولاد کے فائدہ دینے کا خیال لغو تھا۔ فرق اس قدر ہے کہ عالم برزخ (قبر) میں جو علم ہوگا وہ اجمالی علم ہوگا وہاں صرف مشاہدہ کرایا جائیگا کہ ہر متنفس کے لئے عالم آخرت (حشر) میں یہ جزا نیک یا بد تجویز کی گئی ہے اور عالم حشر میں جو عالم آخرت ہے ہر متنفس کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہوگا۔

تواضع کا حکم اور تفاخر کی ممانعت

حضرت عیاض مجاشعیؓ فرماتے ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ان اللہ اوحی الیّ ان تواضعوا حتیّ لا یفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد (مسلم شریف) یقین جانو کہ اللہ سبحانہ تعالٰی نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تم سب تواضع اور فروتنی کی صفت اختیار کرو تاکہ کوئی بھی کسی پر فخر نہ جتانے پائے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کر سکے۔" حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ لینتھینّ اقوام یفخرون بآبائھم الذین ماتوا انّما ھم فحم من جھنّم اولیکوننّ اھون علی اللہ من الجعل الذی یدھدہ الخرء بانفہ۔ انّ اللہ قد اذھب عنکم عبّیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء انّما ھو مؤمن تقیّ او فاجر شقیّ الناس کلّھم بنو آدم وآدم من تراب۔ (ترمذی، ابوداؤد) جو اقوام اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر جتایا کرتے ہیں ان کو اس سے باز رہنا چاہئے۔ ایسا فخر جتانے والے دوزخ کا کوئلہ بنا دئے جائیں گے یا اللہ سبحانہ کے نزدیک گوبر کے اس کیڑے سے بھی ذلیل تر شمار کئے جائیں گے جو نجاست کو اپنی ناک سے ڈھکیل کر لے جاتا ہے۔ یقین جانو کہ اللہ سبحانہ تعالٰی نے تم سے جاہلیت کی شدت اور خشونت اور آباو اجداد پر فخر کرنے کی عادت

چھڑادی۔ اب جو باقی رہ گئے ہیں ان میں کوئی تو پرہیزگار مومن ہے یا کافر فاجر جو سب لوگوں سے کم نصیب ہے۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ تو مٹی سے بنائے گئے تھے۔" پھر ایک دوسرے پر فخر کس بنا پر جتایا جا سکتا ہے؟

فضیلت دین و تقویٰ سے ہے محض نسب و مال سے نہیں

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:—

انسابکم ھذہ لیست بمسبّۃ علی احد کلکم بنو آدم طف الصاع لم یملؤہ لیس لاحد فضل الا بدین و تقوی کفی بالرجل ان یکون بذیاً فاحشاً بخیلاً۔ (امام احمدؒ بیہقی) تمھارے یہ انساب کسی پر فضیلت کا ذریعہ نہیں ہیں تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ ایک ہی پیمانے کے۔ بھرپور پیمانے کا کوئی بھی نہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں۔ بجز دینداری اور پرہیزگاری کے۔ (تقویٰ و دینداری کو چھوڑ کر محض انساب کی بنا پر فضیلت جتانے اور اس پر فخر کرنے والے) انسان کی مذمت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ وہ چرب زبانی سے کام لیتا' کھلم کھلا اپنا فخر جتاتا' (اور مال پر فخر کرنے والے) انسان کی برائی کے لئے اس کا بخیل ہونا ہی بس ہے۔"

تفاخر انساب کا انجام

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات

علیہ افضل التحیات وازکی التسلیمات نے فرمایا:۔ اذا کان یوم القیامۃ امر اللّٰہ منادیا ینادی الا انی جعلت نسبا وجعلتم نسبا فجعلت اکرمکم اتقٰکم فابیتم الا ان تقولوا فلان بن فلان خیر من فلان بن فلان فالیوم ارفع نسبی واضع نسبکم این المتّقون ۔ (طبرانی)

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ سبحانہ تعالی ندا کرنے والے (فرشتے) کو حکم دیگا کہ وہ یوں منادی کرے:۔ آگاہ ہو میں نے ایک نسب (موجب فضیلت) قرار دیا اور (اس کے برخلاف) تم نے ایک نسب (تفاخر کا ذریعہ) قرار دے لیا چنانچہ میں نے تم میں بزرگ تر اس کو قرار دیا تھا جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو تم نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا مگر یوں کہنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے وہ فلاں بن فلاں سے کہیں بہتر ہے ۔ (چونکہ اس کا باپ اُس کے باپ سے بہتر تھا۔) لہٰذا آج میں اپنے نسب کی شان بلند کرتا ہوں اور تمھاری من گھڑت کو گھٹا دیتا ہوں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو مجھ سے ڈرتے تھے؟" حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ سے ڈرتا ہوگا اور اس کے حکم پر چلتا ہوگا وہ اہل اللہ ہوگا ۔ اللہ سبحانہ سے اس کو ایک خاص انتساب ہوگا۔ پھر کہاں اس حی وقیوم سے نسبت قرب و وصال رکھنے والے۔ اور کہاں اپنے مردہ آباو اجداد کا دم بھرنے والے؟

02-5

کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ "کچھ نہیں، اگر تم جانتے ہوتے جاننا یقین کا۔"

یعنی تمہارا یہ زعم کہ دنیا میں جو کچھ ہے یہی مال اور اولاد ہے۔ اسی کیلئے سب کچھ کرنا ہے۔ ہرگز درست نہیں۔ اگر تم دلائل شواہد سے اس کا علم حاصل کرتے علم بھی ایسا جس سے یقین کامل حاصل ہو تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا کہ آخرت کے مقابلے میں ساری متاع دنیا ہیچ اور ناکارہ ہے۔ اور غفلت کا پردہ جو تمہاری عقل و فہم پر پڑا ہوا ہے وہ اٹھ جاتا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ بیسیوں دلائل و شواہد بتائے جانے کے باوجود ان پر غور کرنے کے لئے تم کو فرصت ہی نہیں ملتی اور اسی غفلت میں عمر گزرتی جارہی ہے۔ نہ قرآن کریم پڑھتے، نہ احادیث شریفہ دیکھتے اور نہ بزرگوں کی سنتے۔

الیقین کی تفسیر علم اگرچہ از روئے لغت یقین کے معنی دیتا ہے لیکن اس کا استعمال کبھی ظن یعنی گمان کے معنی میں بھی ہوتا ہے اس لئے لو تعلمون پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ علم الیقین کا اس پر اضافہ فرمایا گیا۔ جب تک دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائداری کا یقین کامل حاصل نہ ہو غفلت کا پردہ اٹھ نہیں سکتا اور انسان جس گمراہی میں پھنسا ہوا ہے اس سے نکل نہیں سکتا۔ یقین ہی وہ چیز ہے کہ

اگر وہ حاصل ہو جائے تو ساری غفلت دور اور گمراہی کافور ہو۔ دوسری جگہ اللہ سبحانہ نے صاف و صریح طور پہ اس مضمون کو بیان فرمایا ہے:۔ انما الحیوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد۔ زندگیٔ دنیا یہی کھیل کود' تماشا' اور زیب و زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا' اور مال و اولاد کی کثرت پر ناز کرنا ہے۔" حالانکہ ان میں سے ایک بھی آخرت میں کارآمد نہیں۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سورۂ حدید میں گزر چکی وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

حضرت قتادہ نے فرمایا:۔ کنا نحدث ان علم الیقین ان یعلم ان اللہ باعث بعد الموت (فریابی' ابن ابی شیبہ' ابن المنذر' ابن ابی حاتم) ہم سے بیان کیا جاتا رہا ہے کہ علم الیقین یہ ہے کہ یقین کرے اس بات کا کہ اللہ سبحانہ' ہمارے ایک دفعہ مرجانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھانے والا ہے۔" بعث بعد الموت' دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ بغیر اس کے انسان مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ الحمد للہ کہ تمام مسلمان اس پر قائم ہیں مگر افسوس کہ دیگر بہتیری اقوام کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہ آسکی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سورت شریفہ میں اول سے آخر تک کفار سے خطاب فرمایا جارہا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خطاب عام ہو تاکہ جس مسلمان پر نفس و شیطان کے غلبہ سے
غفلت کا پردہ، عارضی طور پر پڑ گیا ہو اسکو بھی چونکا دیا جائے۔ اور جو بہا مدۃ العمر
غفلت میں پڑا رہے تو آخرت میں جس صورت حال سے سابقہ پڑنے والا ہے
اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ 102
ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ ع "بے شک تم دیکھو گے 102
دوزخ، پھر ضرور ضرور تم دیکھو گے اس کو یقین کی آنکھ سے، پھر تم سے ضرور 102
پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔"

لترون الجحیم کی تفسیر | یعنی جب تم نے ہماری دی ہوئی نعمتوں کا شکر
ادا کیا بلکہ ادائے شکر کے بدلے ان نعمتوں پر اتراتے اور فخر کرتے رہے تو
ضرور ہے کہ تم کو دوزخ کی صورت دیکھنی ہوگی۔ کیونکہ ناشکر گزار لوگوں کی جزا
یہی ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: — لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم
ان عذابی لشدید۔ اگر تم شکر کرو گے یعنی احسان مانو گے تو میں تم کو
اور دوں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے یعنی میرا حق نہ مانو گے تو یقین جانو کہ
میرا عذاب البتہ سخت ہے۔" یہاں "رؤیت" بمعنی علم و معرفت ہے جو

دل و دماغ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ معلوم کرایا جا رہا ہے کہ ناشکری کروگے تو یقیناً دوزخ کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ جو کفرانِ نعمت کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ یقین علم الیقین ہوا۔ اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے:۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تفسیر

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ پھر تم اس دوزخ کو یقین کی آنکھ سے ضرور بالضرور دیکھ لوگے۔"

یہ "رویت" بمعنی مشاہدہ ہے جو آنکھوں کے ذریعہ کرایا جائے گا۔ یہ "عین الیقین" ہوا۔ اس کا درجہ علم الیقین سے زیادہ ہے کیونکہ علم و معرفت میں تردد، انکار، ریب و شک کی گنجائش ہے۔ عین الیقین جو مشاہدہ ہے۔ اس میں سوائے تسلیم کرنے کے اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں۔ ہاں کوئی ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو اور بات ہے طالب حق تو مشاہدہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے اوپر ایک درجہ اور ہے۔ وہ حق الیقین ہے۔ یعنی وہ یقینی چیز وقوع میں آ کر رہے مثلاً جبکہ کفار دوزخ میں ڈال دیے جائیں تو یہ صورت حق الیقین کی ہوگی۔ جہاں نہ ضد کام دے سکتی ہے اور نہ ہٹ دھرمی۔ اگر بفرض محال کوئی اس پر بھی عناد اور ہٹ سے کام لے تو اس حماقت کا کیا علاج؟ سزا دہی کا مقصد تو حاصل ہو چکا اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا۔

دوسری تفسیر | بعض مفسرین کرام نے لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا کی تفسیر میں دونوں جگہ لَتَرَوُنَّ سے رویت عین ہی مراد لی ہے۔ اور فرق یوں ظاہر کیا ہے کہ پہلی رویت دور سے اور دوسری نزدیک سے۔ دور سے نار دوزخ کے شعلے دھواں دکھائی دینگے اور تپش وغیرہ کا احساس ہوگا اور اور نزدیک سے نفس آگ نیز جہنم میں سانپ بچھو اور دوسرے اقسام عذاب دکھائی دیں گے۔ بہرحال یقین کے یہ تین درجے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ ہر شخص کو اپنی موت کا یقین ہے کہ وہ اپنے وقت پر آنے والی ہے۔ یہ علم الیقین ہوا۔ پھر جب وہ وقت آپہنچے اور علامات دکھائی دینے لگیں مثلاً ملک الموت کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ آنا وغیرہ۔ تو یہ عین الیقین ہوا۔ پھر جب طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگا اور ایک ایک عضو سے جان نکلنے لگی تو یہ درجہ حق الیقین کا ہوگا۔ عارف شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا: ؎

کوس رحلت بکوفت دست اجل — اے دو چشم وداع سر بکنید
اے کف دست و ساعد و بازو — ہمہ تودیع یک دگر بکنید
روزگارم بشد بہ نادانی — من نکردم شما حذر بکنید

لتسئلن کی تفسیر | ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔ پھر اس دن

تم سے ایک ایک نعمت کے باب میں ضرور پوچھا جائے گا" کہ اس کا شکر کس طرح ادا کیا گیا؟ اس کو کن کاموں میں صرف کیا گیا وغیرہ۔ حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لَتُسْئَلُنَّ کا خطاب کفار سے ہے کہ یہ سوال کافروں سے کیا جائے گا۔ شراح حدیث میں سے علامۂ طیبی نے اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ خطاب عام ہو۔ ہر شخص سے سوال کیا جائے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کی نعمتیں عام طور پر سبھی کے شامل حال ہیں کوئی فرد بشر اس سے محروم نہیں رکھا گیا۔ البتہ سوال سے اگر زجر و توبیخ کے طریق سے سوال مراد ہو تو کفار اور فساق مومنین بھی اس میں داخل ہوں گے۔ یہی رائے اکثر مفسرین کرام کی ہے کہ خطاب عام ہے اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔

النعیم کی تفسیر رہی یہ بات کہ النعیم سے کیا مراد ہے۔ اس کی تفسیر مختلف طور پر کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ھو الامن والصحۃ۔ (عبداللہ بن احمد) نعیم سے امن و امان اور صحت و تندرستی مراد ہے" ظاہر ہے کہ اگر امن و امان قائم ہو اور صحت و تندرستی حاصل ہو تو ہر طرح کی نعمتیں جو حاصل ہیں ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو دوسری ساری نعمتوں کا وجود ہیچ ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:۔ النعیم العافیۃ۔ (بیہقی) نعیم سے عافیت مراد ہے "یعنی آسائش و آرام۔ یہ لفظ امن اور صحت دونوں کا جامع ہے صحت انسان کا اندرونی وصف ہے اور امن بیرونی صفت۔ یہ دونوں ایک جگہ جمع ہوں تو اسی کا نام "عافیت" ہوگا۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اکل الخبز والنوم فی الظل وشرب ماء الفرات مبردا۔ (ابن مردویہ) روٹی کھانا، سائے میں سونا اور میٹھا ٹھنڈا پانی پینا، داخل نعیم ہے۔" حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ النعیم المسئول عنہ یوم القیامۃ کسرۃ تقوتہ وماء یرویہ وثوب یواریہ۔ (ابن جریر) "نعیم جس کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا وہ روٹی کا ٹکڑا ہے جو انسانی غذا بنتا ہے اور پانی ہے جو اس کو سیراب کرتا ہے اور کپڑا ہے جو اسکی تن پوشی کرتا ہے۔" حضرت حسین بن فضلؒ فرماتے ہیں:۔ ھو تخفیف الشرائع وتیسیر القرآن۔ (النعیم جس کے بارے میں سوال ہوگا) وہ احکام شرع شریف کی تخفیف و تسہیل اور قرآن کریم کو آسان بنا دیا جانا ہے۔" یعنی اللہ سبحانہ کا یہ کرم اور احسان کہ اگلی شریعتوں کے مقابلے میں حضور رحمۃ للعالمین



صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت طیبہ کو آپ کی امۃ مرحومہ کے لئے سہل تر اور آسان تر بنایا۔ روزانہ پچاس نمازوں کے بدلے صرف پانچ وقت کی نماز فرض گردانی گئی اور اس پر پچاس نمازوں کا اجر دئے جانے کا وعدہ دیا گیا۔ نجاست لگ جائے تو پچھلی شریعتوں میں کپڑے اور جلد کا اس قدر حصہ کتر کے پھینک دینے کا حکم تھا۔ امۃ مرحومہ کو یہ سہولت دی گئی کہ اس کو صرف دھو لینا کافی ہے۔ وضو و غسل نہ ہو سکے، پانی نہ ملے یا مرض لاحق ہو تو پاک مٹی پر تیمم کر لینے کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح ہر باب میں سہولتیں دی گئیں۔ یہ تخفیف شرائع تھی۔ توریت شریف کا حفظ کرنا، محض حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ممکن تھا۔ افراد امت اس کو حفظ نہ کر سکتے تھے۔ قرآن کریم کو اتنا سہل بنایا گیا کہ بچہ بچہ، عورت مرد جوان بوڑھے، سبھی حفظ کر سکتے ہیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی سورتوں میں سے کسی کو نصف قرآن، کسی کو ثلث، کسی کو ربع کے مماثل قرار دیا گیا کہ کم از کم اسی کو حفظ کر لیں اور نصف، ثلث، ربع قرآن کا ثواب حاصل کر لیں۔ اس سورۃ شریفہ الھاکم التکاثر کو جس کی صرف آٹھ آیتیں ہیں اور وہ بھی چھوٹی چھوٹی مگر ان کو ایک ہزار آیات کے برابر بتلایا گیا جو قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے۔ ایسی تخفیف اور ایسی تسہیل کے بعد بھی جو اس کی قدر نہ جانے، احکام پر عمل نہ کرے اور قرآن کی تلاوت

یا بقدر ضرورت حفظ نہ کرے تو اس کی نسبت سوال ہونا تا واجبی قرار نہیں پا سکتا۔ بے شک اس کی نسبت سوال ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم کی تیسیر کا مفصل بیان سورۂ قمر کی آیت کریمہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کی تفسیر میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

النعیم کی دوسری تفسیر بعض مفسرین کرام نے فرمایا کہ النعیم جکی بابت سوال ہوگا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس و اعلیٰ ہے کہ آپ کے وجود باجود کی کیا قدر کی اور آپ کی سنت مبارکہ پر کس طرح عمل کیا جو تمام عالمین کے حق میں رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور امتہ مرحومہ کی فتح و نصرت اور نجات و مغفرت کا خیال ہر آن و ہر لمحہ آپ کا دامنگیر رہا کرتا تھا۔ میدان محشر میں جہاں تمام انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام نفسی نفسی فرماتے ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی فرماتے رہیں گے تو ایسی نعمت جلیلہ کا کیا شکر ادا کیا؟ جس پر ساری نعمتیں قربان ہیں۔ اور آپ کی آل اطہار اور اصحاب کبار کا کیا حق ادا کیا۔ جن کے دم قدم کی برکت سے اشاعت اسلام ہوئی اور دین حق دنیا کے گوشے گوشے چپے چپے میں پھیل گیا اور جن کی بدولت کروڑوں، اربوں، افراد انسانی مسلمان کہلائے۔

اور امن وچین کی باعزت زندگی نصیب ہوئی۔

سورۂ تکاثر کی تفسیر حضورؐ انور سے

بعض روایات میں سورۂ تکاثر کی تفسیر حضور اقدس اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح مروی ہے

چنانچہ حضرت زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلمؓ سے روایت کرتے ہیں:—

قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الھٰکم التکاثر قال یعنی عن الطاعۃ حتی زرتم المقابر قال یقول حتی یأتیکم الموت کلا سوف تعلمون یعنی لو دخلتم قبورکم ثم کلا سوف تعلمون یقول لو قد خرجتم من قبورکم الی محشرکم کلا لو تعلمون علم الیقین قال لو وقفتم علی اعمالکم بین یدی ربکم لترون الجحیم وذلک ان الصراط یوضع وسط جھنم فناج مسلم ومخدوش مسلم ومکدوش فی نار جھنم ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم یعنی شبع البطون وبارد الشراب وظلال المساکن واعتدال الخلق ولذۃ النوم۔ (ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)۔

Continued on page no: 3621

حضرت اسلمؓ نے فرمایا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سورۂ تکاثر کی تلاوت فرمائی اور ساتھ ساتھ اسکی تفسیر یوں بیان فرمائی :۔) الھاکم التکاثر یعنی مال و اولاد کی کثرت کی دھن نے تم کو طاعت الٰہی سے غافل کر دیا۔ حتّیٰ زرتم المقابر یہاں تک کہ تم کو موت آن پہنچی۔ کلّا سوف تعلمون کچھ نہیں عنقریب تم جان لوگے اگر اپنی قبروں میں جا داخل ہوگے۔ ثم کلا سوف تعلمون۔ پھر کچھ نہیں تم عنقریب جان لوگے جب تم اپنی قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آ ؤگے۔ کلّا لو تعلمون علم الیقین۔ کچھ نہیں اگر تم جانتے جاننا یقین کا اگر تم اپنے اعمال سے واقف ہوتے جو اپنے پروردگار کے سامنے اس کی موجودگی میں کرتے رہے۔ لترونّ الجحیم۔ ضرور ضرور تم دیکھوگے دوزخ کو۔ یہ اس وقت ہوگا جبکہ پل (صراط) جہنم کی پیٹھ پر رکھا جائیگا اب (لوگ تین قسم میں بٹ جائیں گے) کوئی مسلمان ہوگا جو (پل صراط پر سے صحیح سالم گزر جائے گا اور کوئی مسلمان ہوگا جو خدشے اٹھا اٹھا کر رُک رُک کر پار ہو جائیگا اور کوئی اور لوگ ہوں گے جو کٹ کٹ کر نار دوزخ میں گریں گے۔ ثمّ لتسئلنّ یومئذ عن النعیم۔ پھر تم اس دن ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھے جاؤگے (کہ ان کا شکر کس طرح ادا کیا) نعمت میں داخل ہے پیٹ بھر کھانا

ٹھنڈا پانی پینا، مکان وغیرہ کے سایے میں رہنا، اعضاو جوارح کا معتدل ہونا، اور آرام کی نیند سونا۔"

ثم لترونھا کی تفسیر نبوی

یہاں اس ایک آیۃ کریمہ ثم لترونھا عین الیقین کی تفسیر، کسی راوی نے فراموش کر دی ہے۔

لیکن اسی مضمون کی حدیث شریف جو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اس کی تفسیر موجود ہے جس میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ ثم لترونھا عین الیقین فی القیامۃ پھر تم اس دوزخ کو ضرور ضرور دیکھو گے یقین کی آنکھ سے قیامت کے دن۔" بہرحال نعمت صرف یہی نہیں ہے کہ کسی کو دولت مل جائے۔ یا کوئی باغ، مویشی، زمین، کھیتی وغیرہ کا مالک بن جائے بلکہ پیٹ بھر کھانا، ٹھنڈا پانی، رہنے کو مکان، سیدھے ہاتھ پاؤں، آرام کی نیند وغیرہ بھی نعمت ہے۔ دنیا میں ایسا کون شخص ہوگا جس کو یہ نعمتیں کل یا بعض میسر نہ ہوں؟ جب ہر کوئی شخص ان میں سے کسی نہ کسی نعمت سے سرفراز ہو تو اس پر اس نعمت کا شکر واجب ہے۔ اسی لئے قیامت میں ایک ایک نعمت کے باب میں پوچھا جائے گا۔

صحابۂ کرام کا استفسار اور اس کا جواب

فی زمانا بعض لوگ گردش ایام کے نظر کرتے یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم کو کیا ملا ہے اور ہمارے پاس کیا ہے ؟ گویا یہ کہنا مقصود ہے کہ ہم کس چیز پر اللہ سبحانہ کا شکر ادا کریں ؟ چنانچہ ایک عصری شاعر نے لکھا ہے:-

لطف پر لطف ہے اغیار کے کاشانوں پہ ‌ ‌ ‌ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پہ

ایسا ہی کلمہ ایک دو دفعہ صحابہ کرام کی زبان پر بھی جاری ہوا تھا۔ دراصل ہماری تعلیم و تنبیہ کے لئے ایسا ہوا تھا۔ اس کا جواب روایات ذیل سے ملتا ہے :-

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں :- لما نزلت هذه الآية ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم قال الصحابة وفی ای نعيم نحن يا رسول اللہ و انما نأكل فی انصاف بطوننا خبز الشعير فاوحی اللہ الی نبيه ان قل لهم اليس تحتذون النعال و تشربون الماء البارد هذا من النعيم۔ (عبد بن حمید ابن ابی حاتم) جب یہ آیۂ کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم نازل ہوئی تو صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کونسی نعمت سے مالامال ہیں ؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ صرف جو کی روٹی، وہ بھی آدھا پیٹ کھا کر گزارہ کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ سبحانہ نے اپنے پیارے نبی کے پاس یہ وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرما دیجئے کیا تم کو جوتیاں میسر نہیں ہیں (جن کو پہن کر تم چلتے پھرتے اور راستہ کے گرد و غبار، کیچڑ، نجاست، کانٹوں وغیرہ سے محفوظ رہتے زمین کی

تپش سے بچے ہوئے رہتے ہو) اور (کچھ نہیں تو کم از کم) تم ٹھنڈا پانی پیا کرتے ہو (جس سے تمہاری پیاس دفع ہوتی اور تسکین قلب حاصل ہوتی ہے؟) پس یہ بھی نعمت میں داخل ہے'' پانی تو ایسی نعمت ہے کہ اس کے بغیر زندگی ہی دشوار ہے اور ٹھنڈے پانی کا حال کسی پیاسے شخص سے دریافت کرو جبکہ وہ دور دراز مقام سے دھوپ میں تپتا ہوا آیا ہو۔

حضور انور کی ایک پیشین گوئی

حضرت محمود بن لبید انصاریؓ فرماتے ہیں:۔ لما انزلت الهاكم التكاثر فقرأ حتى بلغ ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم قالوا يا رسول الله عن اى نعيم نسأل وانما هما الاسودان الماء والتمر وسيوفنا على رقابنا والعدو حاضر فعن اى نعيم نسأل؟ قال اما ان ذلك سيكون

(ابن ابی شیبہؒ، ہنادؒ، امام احمدؒ، ابن جریرؒ، ابن مردویہؒ، بیہقیؒ) جب سورۂ تکاثر نازل ہوا اور حضور نے اس کو آخر سورت ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم تک پڑھ سنایا تو صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم سے کونسی نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ ہم کو (جو غذا میسر آ رہی ہے وہ) صرف دو کالی چیزیں مل رہی ہیں ایک پانی اور دوسری کھجوریں۔ وہ بھی اس حال میں کہ ہماری تلواریں ہماری گردنوں

لٹکی ہوئی ہیں اور دشمن (غنیم کا اندیشہ رات دن) لگا ہوا ہے۔ پھر کس نعمت کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا؟ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ آگاہ رہو عنقریب ایسا ہوکر رہیگا" مطلب یہ کہ یہ کیفیت جاتی رہے گی وہ دن دور نہیں کہ تم ہر نوع کی نعمتوں سے مالا مال ہوگے۔ پھر تم سے ان نعمتوں کے باب میں ضرور ضرور پوچھا جائیگا کہ ان کا حق تم نے کس طرح ادا کیا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں کو جو فتح وکامرانی تھوڑے سے عرصے میں نصیب ہوئی وہ ایسی تھی جس کو چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا۔

اسوۂ حسنہ، ایک انصاریؓ کی عزت افزائی

خود حضور سردار دوجہاں علیہ صلوات اللہ وسلام الرحمان کا اسوۂ حسنہ اس باب میں کیا ہے وہ روایات ذیل سے معلوم ہوسکتا ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فاذا هو بابی بکر و عمر فقال ما اخرجکما من بیوتکما هذه الساعة قال الجوع یا رسول اللہ قال والذی نفسی بیده لاخرجنی الذی اخرجکما فقوموا فقاموا معه فاتی رجلا من الانصار فاذا هو لیس فی بیته فلما رأته المرأة قالت مرحبا واهلا فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم این فلان قالت انطلق یستعذب لنا الماء۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن

کاشانۂ مبارک سے باہر برآمد ہوئے تو کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بھی باہر (بیٹھے ہوئے) ہیں۔ تعجب سے فرمایا ایسے غیر وقت میں آپ کو کس چیز نے اپنے گھروں سے باہر نکال لایا؟ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ بھوک۔ ارشاد اقدس ہوا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میرے لئے بھی وہی چیز باعث ہوئی ہے جس نے تم کو باہر نکال لایا۔ پھر فرمایا اٹھو۔ چنانچہ سب اٹھے اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ سیدھے ایک انصاری صحابی کے گھر پہنچے اتفاقاً وہ گھر میں نہ تھے۔ ان کی بی بی نے آپکو دیکھ لیا اور کمال مسرت و شادمانی سے عرض کیا مرحباً و اھلاً آپ کی رونق افروزی ہمارے لئے موجب برکت و مسرت ہے۔ آپ اپنے ہی لوگوں میں تشریف لائے ہیں۔" پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں؟ بی بی نے عرض کیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لانے کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

انصاری کی مسرت | اذجاء الانصاری فنظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فقال الحمد للہ ما احد الیوم اکرم اضیافا منی فانطلق فجاء بعذق فیہ بسر و تمر فقال کلوا من ھذا واخذ المدیۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاک والحلوب فذبح لھم فاکلوا

من الشاة ومن ذلك العذق وشربوا فلما شبعوا ورووا قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر وعمر والذی نفسی بیدہ لتسئلن عن هذا النعیم یوم القیامة ۔ (مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن مردویہ) (یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ) اتنے میں وہ انصاری آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں ہم رکاب ساتھیوں کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہہ اٹھے۔ خدا کا شکر ہے۔ آج دنیا میں کوئی بھی میرے معزز مہمانوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ پھر فوراً روانہ ہوئے (اور اپنے باغ سے) ایک خوشہ کاٹ لایا جس میں گدری اور پکی کھجوریں تھیں۔ اور عرض کیا کہ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ پھر چھری لی (تاکہ بکری ذبح کریں اس وقت) حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ خبردار! دودھ دینے والی بکری کو چھوڑ دو۔ پھر انصاری نے (حسب ہدایت) دوسری بکری ذبح کی۔ (اور اس کو بھون کر پیش کر دیا) پھر معزز مہمانوں نے کچھ بکری کا گوشت اور کچھ اس خوشے سے کھجوریں تناول فرمائیں۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے اور پانی سے سیراب ہوئے تو حضور انور نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے باب میں پوچھا جائے گا۔"

یہ انصاری صحابی حضرت ابوالہیثم مالک بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ دیگر روایات میں نام کی صراحت ہے۔

حضور کی مکافات ایک اور روایت میں ہے:۔ فمامکث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یسیرا حتی اتی باسیر من الیمن فجاءته فاطمة ابنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم تشکوا الیہ العمل وتریہ یدیھا وتسأله ایاہ قال لا ولکن اعطیہ اباالھیثم فقد رأیته وما لقی ھو وامرأته یوم ضفناھم فارسل الیہ واعطاء ایاہ فقال خذ ھذا الغلام یعینك علی حائطك واستوص به خیرا (بیہقی) اس واقعہ پر کچھ ہی دن گزرے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یمن سے ایک قیدی آیا یہ معلوم کرکے سیدہ بتول بنت رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہا حاضر ہوئیں اور گھر کے کام کاج کا شکوہ کیا اور اپنے نازک ہاتھ دکھا کر فرمانے لگیں کہ کام سے انکی کیا حالت ہوگئی ہے ملاحظ فرمائیں۔ اور اس قیدی کو گھر لیجانے کی اجازت ہو۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ابوالہیثم اس کا زیادہ مستحق ہے جس دن ہم ان کے مہمان ہوئے تھے ان کی اور ان کی بی بی کی مشقت کا مشاہدہ کیا ہے چنانچہ آپ نے ان کو بلوایا اور وہ غلام ان کے حوالہ کیا کہ اس سے باغ کے کاروبار میں تمھیں مدد

ملے گی۔ لیکن اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا۔"

دوسرا واقعہ ابو ایوب کی عزت افزائی

حضرت حبرالامہ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں: —

خرج ابو بکر فی الھاجرۃ الی المسجد فسمع عمر فخرج فقال لابی بکر ما اخرجك ھذہ الساعۃ قال اخرجنی ما اجد فی نفسی من حاق الجوع قال عمر والذی نفسی بیدہ ما اخرجنی الا الجوع فبینما ھما کذلك اذ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما اخرجکما ھذہ الساعۃ فقال واللہ ما اخرجنا الا ما نجد فی بطوننا من حاق الجوع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق ما اخرجنی غیرہ۔ ایک دن دوپہر کی دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے یہ سن کر حضرت عمرؓ بھی وہاں نکل آئے اور حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا ایسے غیر وقت میں آپ یہاں کیسے نکل آئے۔ فرمایا کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے اندر شدت کی بھوک پاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میرے نکل آنے کا باعث بھی یہی بھوک ہوئی ہے۔ یہ دونوں حضرات یہی گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رونق افروز ہوئے اور ان دونوں صاحبوں کے غیر وقت

آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا۔ خدا گواہ ہے کہ ہم اور کسی وجہ سے یہاں حاضر نہیں ہوئے بجز اس کے کہ ہمارے پیٹ میں شدت کی بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ اس پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دیکر مبعوث فرمایا میرے یہاں نکل آنے کا سبب بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"

حضرت ابو ایوب کی شادمانی

فقاموا فانطلقوا الی منزل ابی ایوب الانصاری فلما انتھوا الی دارہ قالت امرأتہ مرحبا بنبی اللہ ومن معہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم این ابو ایوب فقالت امراتہ یأتیك یا نبی اللہ الساعۃ فجاء ابو ایوب فقطع عذقا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اردت ان تقطع لنا ھذا الا اجتنیت الثمرۃ قال احببت یا رسول اللہ ان تاکلوا من بسرہ وتمرہ ورطبہ ثم ذبح جدیا فشوی نصفہ وطبخ نصفہ۔

پھر یہ سب حضرات اٹھے اور ابو ایوب انصاری کے مکان کی طرف روانہ ہوئے جب ان کے گھر پہنچے تو ان کی بی بی نے حضور نبی اکرم اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا۔ حضور لامع النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا

ابو ایوبؓ کہاں ہیں ؟ ان کی بی بی نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ ! وہ ابھی آتے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ حاضر ہو گئے۔ اور فوراً کھجور کا ایک بڑا خوشہ کاٹ لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تین کے لئے اتنا بڑا خوشہ کاٹ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ چند منتخب کھجوریں کافی تھیں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھے اچھا معلوم ہوا کہ (اس خوشہ میں) گدری، پکی، اور پختہ (سبھی قسم کی کھجوریں ہیں ان میں سے جو پسند خاطر ہوں ان کو) آپ حضرات تناول فرمائیں۔ پھر بکری کا ایک بچہ ذبح کیا۔ آدھا بھون لائے اور آدھے کا سالن تیار کیا۔"

لختِ جگر کی یاد فلما وضع بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ من الجدی فجعلہ فی رغیف وقال یا ابا ایوب ابلغ بھذا فاطمۃ فانھا لم تصب مثل ھذا منذ ایام فذھب بہ ابو ایوب الی فاطمۃ۔ گوشت تیار ہونے کے بعد جب اس کو حضور نبی اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس گوشت میں سے کچھ حصہ لے کر روٹی پر رکھا اور ابو ایوبؓ سے فرمائش کی کہ اس کو حضرت فاطمہ زہراؓ کے ہاں پہنچا دیں کیونکہ انکو ایسا اتفاق کئی دنوں سے نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ ابو ایوبؓ

خود ہی اس کو لے کر جناب فاطمہؓ کے ہاں پہنچا آئے۔"

تلقین حمد و شکر فلما اکلو و شبعوا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبز ولحم و تمر و بسر و رطب و دمعت عیناہ والذی نفسی بیدہ ان ھذا لھو النعیم الذی تسألون عنہ قال اللہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم فھذا النعیم الذی تسألون عنہ یوم القیامۃ۔ (اس کے بعد سب اصحاب نے دستر خوان کا رخ کیا) جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ یہ روٹی، گوشت، گدری، پختہ، تازہ کھجوریں (اتنا کہتے ہی بس) آپ کی چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً یہ وہی نعمتیں ہیں جن کے باب میں تم سے سوال کیا جائیگا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے پھر تم سے اس دن ایک ایک نعمت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ پس یہی وہ نعیم ہے جس کی نسبت قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا۔"

تعلیم طریقہ شکر گزاری فکبر ذلک علی اصحابہ فقال بلی اذا اصبتم ھذا فضربتم بایدیکم فقولوا بسم اللہ فاذا شبعتم فقولوا الحمد للہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل فان ھذا کفاف لھا۔

(ابن حبان، ابن مردویہ) یہ تقریر آپ کے اصحاب کرام پر بڑی موثر رہی۔ پھر آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہیں ہوگا ضرور ایسا ہی ہو رہیگا۔ جب کبھی تم کو ایسی صورت درپیش ہو یعنی ایسی نعمتیں میسر آئیں اور ان پر تم اپنے ہاتھ ڈالو تو آغاز میں کہو:—

بسم اللہ۔ ہم اللہ کے نام سے کھانا شروع کرتے ہیں۔ پھر تم جب فارغ ہو جاؤ تو یوں کہو:— الحمد للہ الذی ھو اشبعنا وانعم علینا وافضل۔

شکر ہے خدا کا کہ اسی نے ہم کو شکم سیر کھلایا اور ہم کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا اور بڑا ہی فضل فرمایا۔" جب اول و آخر تم نے اس طرح اللہ سبحانہ کا نام لیا اور شکر ادا کیا تو یہ صورت ان نعمتوں کا شکرانہ قرار پائے گی۔"

ایک اور واقعہ حضرت ابوعسیبؓ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں:— خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلا فمر بی فدعانی فخرجت الیہ ثم مر بابی بکر فدعاہ فخرج الیہ ثم مر بعمر فدعاہ فخرج الیہ فانطلق حتی دخل حائطا لبعض الانصار فقال لصاحب الحائط اطعمنا فجاء بعذق فوضعه فاکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ثم دعا بماء بارد فشرب و قال لتسئلن عن ھذا النعیم یوم القیامۃ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دفعہ رات میں برآمد ہوئے اور میرے پاس سے گزرے۔ پھر مجھے یاد فرمایا میں فوراً حاضر خدمت ہوا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے پاس سے آپ کا گزر ہوا۔ پھر ان کو بلایا وہ بھی فوراً نکل آئے۔ پھر حضرت عمرؓ کے مکان پر گزرے ان کو بھی بلایا وہ بھی حاضر ہو گئے۔ پھر چلے چلے تا آنکہ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لائے۔ اور مالک باغ سے فرمایش کی کہ ہمیں کچھ کھلاؤ۔ وہ کھجوروں کا ایک خوشہ کاٹ لائے اور ملاحظہ انور میں پیش کر دیا۔ جس کو آپ اور آپ کے اصحاب نے تناول فرمایا پھر ٹھنڈا پانی طلب کر کے اس کو نوش فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے باب میں سوال ہوگا"

تین چیزوں کا سوال نہ ہوگا فلخذ عمر العذق فضرب به الارض حتی تناثر البسر ثم قال یا رسول اللہ انا لمسئولون عن هذا یوم القیامة قال نعم الا من ثلاث کسرة یسد بها الرجل جوعته او ثوب یستر به عورته او حجر یدخل فیه من الحر والبرد۔ (امام احمدؒ، ابن جریرؒ، ابن عدیؒ بغویؒ، ابن مندہ، ابن عساکرؒ، ابن مردویہؒ، بیہقیؒ) پھر حضرت عمرؓ نے اس خوشے کو لیکر زمین پہ دے مارا جس سے ساری گدری کھجوریں جھڑ پڑیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم سے ان کھجوروں کی نسبت بھی قیامت کے دن سوال ہوگا؟ ارشاد ہوا

ہاں ہاں (ان کے بارے میں بھی سوال ہوگا) مگر تین چیزوں کی بابت (سوال نہ ہوگا) ایک تو روٹی کا ٹکڑا جس سے انسان اپنی بھوک دفع کرے۔ دوسرا کپڑا جس سے اپنی تن پوشی کرے اور تیسرا جھونپڑا جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے اپنا سر چھپائے۔" حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ثلاث لا یحاسب بھن العبد ظل خص یستظل بہ وکسرۃ یشد بھا صلبہ وثوب یواری بہ عورتہ۔ (عبداللہ بن احمد) تین چیزیں ایسی ہیں جن پر بندے سے محاسبہ نہیں کیا جائیگا پھوس کا سایہ جس میں وہ اپنا سر چھپاتا ہے اور روٹی کا ٹکڑا جس سے وہ اپنی کمر ہمت چست کرتا ہے اور کپڑا جس سے اپنی تن پوشی کرتا ہے۔" اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ما فوق الازار وظل الحائط وخبز یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ ویسأل عنہ۔ (بزار) تہ بند اور دیوار کا سایہ اور روٹی کے علاوہ جو بھی میسر ہو اس پر قیامت کے دن بندے سے حساب لیا جائے گا اور اس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔"

صحابۂ کرام مسئول نہ ہوں گے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔ لما نزلت

هذه الآية ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم قالوا يا رسول الله
اى نعيم نسأل عنه سيوفنا على عواتقنا والارض كلها لنا حرب
يصبح احدنا بغير غداء ويمسى بغير عشاء قال عنى بذلك قوم
يكونون من بعدكم انتم خير منهم يغدى عليهم بجفنته يغدو
فى حلة و يروح فى حلة و يسترون بيوتهم كما تستر الكعبة و يفشى
فيهم السمن۔ (ابن مردویہ) جب یہ آیۂ کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن
النعیم اتری تو صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کونسی نعمتوں کے باب میں
ہم سے پوچھا جائیگا؟ ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہماری تلواریں ہماری گردنوں میں لٹکی
ہوئی ہیں اور ساری زمین ہمارے لئے میدان جنگ بنی ہوئی ہے۔ ہم میں سے
کسی کی صبح ہوتی ہے تو اس کو صبح کا کھانا میسر نہیں اور کسی کی شام ہوتی ہے تو
شام کا کھانا تک اس کے ہاں موجود نہیں۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اس آیہ کریمہ سے
دوسری قوم مراد ہے جو تمہارے بعد ہوگی (تم تو شکر گزار رہو) ان سے کہیں بہتر ہو۔ ان کا حال یہ ہوگا
کہ صبح ہوئی تو دونوں ہاتھ بھر بھر کر صبح کا کھانا ملتا رہیگا اور شام ہوگی تو دونوں ہاتھوں سے
ان کو شام کا کھانا دیا جاتا رہیگا۔ صبح وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے نکلیں گے اور شام کو
دوسرا جوڑا بدل کر نکلا کریں گے۔ وہ اپنے گھروں کو تک کپڑے ڈال ڈال کر ایسا

مستور رکھیں گے جیسا کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ ان میں موٹا یا عام ہوگا۔ غلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں سے وہ سوال ہوگا۔

سوال سے چند چیزیں مستثنیٰ ہیں حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔ کل شیئ سوی ظل بیت و جلف الخبز وثوب یواری عورتہ والماء فما فضل عن ھذہ افلیس لابن آدم فیھن حق۔ (امام احمدؒ) گھر کا سایہ، روٹی کا ٹکڑا، کپڑا جس سے ستر پوشی ہو اور پانی ان چار چیزوں کے سوا (وہ "نعیم" میں داخل ہے) اس سے بڑھ کر جو بھی ہو ان میں ابن آدم کا کوئی حق نہیں ہے۔" (جس کا بطور حق کے مطالبہ کرے اس سے زائد دیا دیا یا نہ دیا۔ دیا تو شکر کرے اور نہ دیا تو شکوہ و شکایت کا کوئی محل نہیں۔) اوپر بتلایا گیا تھا کہ سایہ، روٹی، کپڑا اور پانی بھی نعیم میں داخل ہے۔ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ یہ چیزیں نعیم میں داخل تو ہیں لیکن ان کی نسبت سوال نہ ہوگا۔ تخفیف شرائع کا بیان جو اوپر گزرا گویا یہ بھی ایک طرح کی تخفیف ہے جو امت مرحومہ کے لیے کی گئی۔

معذور و محتاج بھی منعم علیہ ہوسکتا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ۔ لما نزلت ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم قام رجل محتاج فقال یارسول اللہ ھل علی من النعمۃ شیئ قال نعم الظل والنعلان والماء البارد۔ (ابن مردویہ) جب

آیہ کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم نازل ہوئی تو ایک محتاج شخص اٹھ کھڑا ہوا
اور عرض کیا:۔ یارسول اللہ! کیا مجھ پر بھی کوئی نعمت دکھائی دیتی ہے؟ آپنے فرمایا!
ہاں۔ سایہ اور جوتیوں کا جوڑا، اور ٹھنڈا پانی"۔ جو تجھے میسر ہے یہ سب نعمتیں ہیں حضرت
عکرمہ کہتے ہیں:۔ مر عمر بن الخطاب برجل مبتلی الجذام اعمی اصم وابکم فقال
لمن معہ هل ترون فی هذا من نعم اللہ شیئا قالوا لا قال بلی الا ترونه
یبول فلا یعتصر ولا یلتوی یخرج بوله سهلا فهذہ من نعمة اللہ۔ (عبد بن
حمید) حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے
ہوا جو مبتلائے جذام تھا، اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت
کیا۔ آپ لوگ اللہ سبحانہ کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت اس شخص میں دیکھ رہے
ہیں؟ سبھوں نے کہا کہ نہیں۔ آپنے فرمایا کیوں نہیں۔ کیا تم اسکو دیکھتے نہیں ہو کہ وہ پیشاب
کرتا ہے تو اس میں کسی قسم کی رکاوٹ یا کجی دکھائی نہیں دیتی۔ اس کا پیشاب بسہولت خارج
ہوجاتا ہے۔ یہ بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے"۔

ایک بادشاہ کا اپنے غلام پر رشک

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ یا لها من نعمة تأكل و
تخرج سرحا لقد کان ملك من ملوك هذہ القریة
یری الغلام من غلمانه یأتی الحب فیکتاز ثم یجرجر قائما فیقول یا لیتنی

مثلك ـ مايشرب حتى يقطع عنقه العطش فاذا شرب كان له فى تلك الشربة موتات يالها من نعمة تاكل لذة وتخرج سرحا. (عبد بن حمید) (اے نفس!) کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ تو بڑے مزے سے کھاتا اور آسانی سے اس کو خارج کر دیتا ہے۔ اسی شہر میں ایک بادشاہ تھا وہ اپنے ایک ایک غلام کو دیکھتا کہ حاجت کیلئے بیت الخلاء جاتا اندر گھستا پھر (اتنا جلد واپس آتا گویا کہ) کھڑا کھڑا ہی فارغ ہو کر واپس آجاتا ہے۔ بادشاہ اس کی یہ حالت دیکھ کر آرزو کرتا اے کاش! میں بھی تیری طرح ہوتا۔ اس بادشاہ کا یہ حال تھا کہ وہ پانی تک نہ پی سکتا تا آنکہ پیاس کے مارے اس کی گردن کٹتی ہوئی نہ معلوم ہو۔ (اس نازک حالت پر پہنچ کر جب) وہ ایک دو گھونٹ پی لیتا تو اس میں موت کے کئی اندیشے پیدا ہو جاتے تھے اس بنا پر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں، اے نفس! تو بڑے مزے میں ہے کہ مزے سے کھاتا پیتا، پھر اس کو آسانی سے خارج بھی کر دیتا ہے۔"

نجات مشیت پر موقوف ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ يعرض الناس يوم القيامة على ثلاثة دواوين ديوان فيه الحسنات، وديوان فيه النعيم، وديوان فيه السيئات فيقابل ديوان الحسنات ديوان النعيم فيستفرغ النعيم الحسنات وتبقى السيئات مشيئتها الى الله عزوجل ان شاء عذب وان شاء غفر۔ (ابن ابی شیبہ) قیامت کے دن، لوگوں کو تین دفاتر میں پیش کیا

جائے گا۔ ایک دفتر ہوگا جس میں ان کی نیکیاں لکھی ہوں گی۔ اور دوسرے دفتر میں تمام نعمتیں درج ہونگی (جو ان کو دی گئی تھیں۔) اور ایک تیسرا دفتر ہوگا جس میں ان کی برائیوں کا اندراج ہوگا۔ پھر دیوان حسنات اور دیوان نعیم ان دونوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ نعمتوں کے مقابلے میں تمام نیکیوں کا حساب چوکتا ہو جائے گا۔ اب صرف برائیاں رہ جائینگی جن سے چھوٹنا اور نجات پانا خدائے عز وجل کی مشیئت پر موقوف و منحصر رہیگا۔ اب مالک دو جہاں کی مرضی، اگر وہ چاہے تو ان برائیوں کی سزا دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے۔" اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی کامیابی اور نجات خداوند تعالیٰ شانہ کی مشیئت اور اسکے فضل پر موقوف ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنی نیکیوں اور طاعات و عبادات پر غرہ نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہمیشہ اللہ سبحانہ کے فضل و کرم کی درخواست کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر اچھے کاموں میں لگا رہیگا تو امید ہے کہ اس کی بدولت فضل ہو جائے اور اگر برائیوں میں لگا رہیگا تو سزایاب ہونے کا اندیشہ لگا رہیگا۔ وقت ہے کہ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان اپنے حالات کا جائزہ لے اور اپنے نفس کی اصلاح کرے۔ وباللہ التوفیق

پانی کے آگے تمام حلوے اور شربت بھی ہیچ ہیں	قال رجل للحسن رحمہ اللہ ان لنا جارا لایأکل الفالوذج ویقول لا اقوم بشکرہ فقال ما اجھل

جاز کم نعمۃ اللہ علیہ بالماء البارد اکثر من نعمتہ بجمیع الحلاوی ولذالک قال علیہ السلام اول ما یسأل العبد عنہ من النعیم الم نصح جسمک الم نروّک من الماء البارد۔ ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص ہے جو فالودہ استعمال نہیں کیا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سنکر انھوں نے فرمایا تمہارا پڑوسی کیسا جاہل ہے؟ اللہ سبحانہ کی ایک نعمت جو اس کو ٹھنڈے پانی کی صورت میں ملتی ہے تمام قسم کے میٹھوں اور حلووں سے زیادہ ہے۔ جبھی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندے سے اولاً جس نعمت کا سوال ہوگا وہ یہی کیا ہم نے تیرا بدن صحت مند نہیں رکھا۔ کیا ہم تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کرتے رہے؟" پانی پینا اور فالودہ استعمال نہ کرنا عجیب منطق ہے۔

سوال سے محفوظ رہنے کی تدبیر سلف صالحین تو یہی فرماتے آئے ہیں:—

من اکل فسمّی وفرغ فحمد لم یسأل عن نعیم ذلک الطعام۔ جس نے کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہا اور فارغ ہوکر الحمد للہ کہا تو اس سے اس کھانے کی بابتہ سوال نہیں کیا جائے گا۔" کیونکہ اس نے اپنی بساط کے موافق اس نعمت کا شکر ادا کیا ہے۔ اور یہی شان مومن کی ہے کہ وہ ہر کام اللہ کا نام لیکر

شروع کرتا ہے اور اس کے سرانجام پانے پر اللہ سبحانہ کی حمد کرتا ہے۔ اور جب تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اللہ سبحانہ کی نعمتیں اس کے شامل حال رہتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔ لئن شکرتم لازیدن تکم۔ اگر تم شکرگزار بنے رہو تو میں اپنی نعمتیں اور زیادہ دیتا رہوں گا۔"

نعیم کے اقسام بہرحال اللہ سبحانہ کی نعمتیں دو قسم کی ہیں ایک نعیم جسمانی جس کا شکر احکام شرع شریف کی پابندی سے ادا ہو سکیگا۔ دیگر نعیم روحانی جس کا شکر آداب طریقت کی نگہداشت کا طالب ہے۔ لہذا انسان کا ایک ایک عضو اور اس کی ایک ایک صلاحیت و استعداد اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کا شکر مناسب حال طریق پر ادا کیا جائے۔ ارشاد باری ہے:۔ انّ السمع والبصر والفؤاد کلّ اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کی نسبت سوال ہوگا" کہ تم نے ان کا استعمال کس طرح کیا اور کیا کام لیتے رہے؟ اس کی جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ واللہ الموفق۔

سورۂ تکاثر کی تفسیر ختم ہوئی۔ الحمد للہ والمنۃ۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علےٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔
